ایک درس مکتب اسلام سے

صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد نقوی صاحب رحمت مآب طاب ثراہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

۲۔ قرآن اور فلسفۂ زوجیت:۔

قرآن مجید کی آیت ہے ''سُبحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا مِمَّا تُنبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِھِمْ وَمَا لَا یَعْلَمُوْنَ'' (یٰسین آیت ۳۶) پاک و پاکیزہ وہ جس نے کل جوڑے پیدا کئے ان چیزوں میں جن کو زمین اگاتی ہے انسانوں میں اور ان میں بھی جن کو یہ نہیں جانتے۔

اس آیہ کریمہ نے تصریح کی کہ زمین سے اگنے والی ہر چیز میں زوجیت جاری ہے بلکہ ان چیزوں میں بھی جن تک انسان کا علم نہیں پہنچتا تھا یہی قانون ہے۔ دیگر آیتوں میں بھی اس قانون کو نباتات کے لئے خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ''وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِیْھَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ'' تمام پھلوں میں زوجین قرار دیئے گئے (رعد آیت ۳) ''اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الْاَرْضِ کَمْ اَنْبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ'' کیا یہ لوگ زمین کی طرف نہیں دیکھتے کہ ہم نے اس میں کتنے عمدہ عمدہ ہر طرح کے جوڑے اگائے ہیں نباتات سے بڑھ کے تمام موجودات کے لئے یہ کلیہ بیان کیا گیا ''وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ'' ہم نے ہر شئی میں جوڑے بنائے ہیں کہ تم لوگوں کو توجہ حاصل ہو۔ سورۂ یٰسین کی آیت میں ''مِمَّا لَا تَعْلَمُوْنَ'' کہہ کر اسی عمومیت کی طرف اشارہ کیا گیا اور ''ذاریات'' کی آیت میں تصریح کردی گئی کہ ہر شئی میں زوجین ہیں۔ بظاہر نباتات میں نر و مادہ ہونے پر اس لئے زیادہ زور دیا گیا کہ آیندہ تحقیق قرآن مجید کے اس دعوے کو شک و تردید سے بالاتر ثابت کردے گی۔ لیکن عالم کی دیگر اشیاء کے بارے میں بڑی دقت نظر سے کام لینا پڑے گا تب جوڑے ہونے کا مطلب سمجھ میں آئے گا۔

یہ تحقیق کہ زمین سے اگنے والے تمام نباتات میں نر و مادہ ہوتے ہیں، ماضی قریب کی بات ہے۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ وہ راز جو سائنسداں سیکڑوں برس بعد تجربات سے گذر کے سمجھ سکے۔ اس کی خبر چودہ سو برس پہلے ایک ایسی شخصیت نے دی جس نے کسی سے نہ سائنس کی تعلیم حاصل کی تھی نہ اس کے پاس کوئی لیبریٹری تھی۔ تو اگر قرآن اس کا کلام نہیں جو تخلیق کے راز سے واقف ہے تو پھر کیسے اس بات کی خبر دیدی جو اس دور کے کسی انسان کے ذہن کے کسی کونے میں موجود نہ تھی۔

ممکن ہے تمام اشیاء میں زوجین کے پائے جانے کا مطلب یہ ہو کہ ہر شی کی تخلیق ایٹم سے ہوئی ہے اور خود ایٹم میں دو طاقتیں کارفرما ہیں ایک مثبت، ایک منفی۔ جن کی تعبیر قرآن نے زوجین کی لفظ سے فرمائی۔ یا اور کوئی راز ہو جس پر سے ابھی پردہ نہیں اٹھا ہے ممکن ہے مستقبل کا انسان ''وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ'' کی حقیقت سے واقف ہو سکے۔

''وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ'' سورۂ حجر آیت ۲۲ میں قرآن مجید ارشاد کررہا ہے ''وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَسْقَيْنَاكُمُوْهُ وَمَا اَنْتُمْ لَهٗ بِخَازِنِيْنَ'' ہم نے ایسی ہوائیں بھیجیں جو حمل قرار دینے والی تھیں تو بلندی سے پانی نازل کیا۔ تو اس پانی سے تمہیں سیراب کیا۔ یہ (پانی) تمہارا خزانہ کیا ہوا نہیں۔

آج کے سائنس داں جانتے ہیں کہ دو طرح کے مثبت اور منفی بخارات ہوتے ہیں جب ہوائیں ان دونوں میں ارتباط پیدا کرتی ہیں اس وقت ابر برس پڑتے ہیں لیکن یہ تو آج علم کی ترقی کے بعد ہم جانتے ہیں۔ چودہ سو برس قبل دور جاہلیت میں پلنے والے کیا جانیں کہ ابر کے مختلف ٹکڑے دو طرح کی لہریں رکھتے ہیں جن میں وصل کا ذریعہ (جس کو قرآن نے لقاح کی لفظ سے تعبیر کیا ہے) ہوائیں ہیں جس کے نتیجہ میں پانی برستا ہے۔

قبل کی آیت کے سلسلہ میں عرض کر چکا ہوں کہ نباتات میں نر و مادہ ہوتے ہیں نر کے ریزے مادہ پھولوں کے ریزوں تک پہنچنے کا ذریعہ زیادہ تر ہواؤں کے جھوکے ہوتے ہیں۔ اور اس طرح آغوش شجر پرثمر ہوتی ہے۔ نباتات کے لئے بھی لقاح (حمل ٹھہرنے) کا ذریعہ ہوائیں قرار پاتی ہیں۔

قرآن مجید کی مختلف آیات میں قیامت کے تذکرے میں کہیں بیان کیا جارہا ہے کہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ یہ وہ دن ہوگا کہ آفتاب کی روشنی لپیٹ دی گئی ہوگی۔ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ (مرسلات ۹) وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (تکویر۔۲) جب ستارے مٹ چکے ہوں گے۔ جب ستارے سیاہ پڑ چکے ہوں گے۔ آفتاب وماہتاب کے لئے کہا گیا ہے ''كُلٌّ يَجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى'' یہ دونوں ایک معینہ مدت تک رہیں گے (ایک دن ان کا سفر ختم ہوجائے گا) اور اس قسم کی دیگر آیتیں بتارہی ہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب پوری کائنات جامد وساکت ہوجائے گی، ستاروں کا نور ختم ہوجائے گا، نظامہائے شمسی اور کہکشاؤں کا رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ آفتاب وماہتاب جو مسلسل حرکت میں ہیں تھم جائیں گے، سکون وسکوت محض کی منزل آجائے گی۔

قرآن مجید کائنات کا انجام وہی بتا رہا ہے جو آج ہمارے سائنسی علوم بتاتے ہیں۔ تمام سائنس داں اس پر متفق ہیں کہ اس وسیع کائنات میں جتنے اجرام ہیں وہ مسلسل اپنی حرارت خارج کررہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جو شئی بھی مسلسل خرچ ہوتی رہے گی وہ ایک دن ختم ہوجائے گی۔ لہٰذا ہماری تحقیق کے نتیجہ میں بھی پوری کائنات پلٹ جائے گی اسی دور کی طرف جو تخلیق سے قبل تھا۔ پھر سب طرف سناٹا اور سکوت وجمود ہوگا اور ہر شئی کتم عدم میں سورہی ہوگی۔

بطور مثال یہ چند آیات پیش کی گئی ہیں۔ وہ حضرات جو موجودہ نظریات سے پوری واقفیت رکھتے ہیں اور قرآن فہمی کی بھی صلاحیت ہے ان کو اس کی طرف توجہ کرنا چاہئے اور قرآن کی آیات کو علماء ادیان کے سامنے پیش کرنا چاہئے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جن حقائق تک موجودہ سائنسداں سیکڑوں برس کے بعد ٹھوکریں کھا کھا کے پہنچے ہیں ان کی طرف اشارہ یا تصریح قرآن مجید میں پہلے سے موجود ہے۔

اعجاز قرآن کے بعض دیگر وجوہ

اگر قرآن اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو اختلاف پایا جاتا۔ قرآن اپنے اللہ کے کلام ہونے کی ایک دلیل بیان کر رہا ہے لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اِخْتِلَافاً كَثِيْراً قرآن اگر اللہ کے علاوہ کسی بندے کی جانب سے ہوتا تو اس کی آیات میں کثیر اختلاف پاتے۔ اس دلیل کی توضیح یہ ہے کہ انسان کی زندگی ایک حال پر نہیں رہتی ہے۔ کم سنی کے بعد جوانی آتی ہے جو بڑھاپے کی پیش رو ہوتی ہے، کبھی بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی صحت مند، کبھی خوش ہوتا ہے، کبھی رنجیدہ، کبھی کسی سے راضی ہوتا ہے اور کبھی ناراض، کبھی ذہنی طور پر پریشان ہوتا ہے کبھی پر سکون، کبھی مغلوب ومقہور ہوتا ہے اور کبھی کامیاب۔ غرض زندگی کو نہ معلوم کتنے اتار چڑھاؤ اور انقلابوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ زمانہ اور ماحول مسلسل تغیر میں ہے بقول شاعر

بس اک ثبات تغیر کو ہے زمانے میں

چونکہ انسان بھی اسی زمانہ کا جزء ہے لہٰذا وہ بھی ہر تغیر سے متاثر ہوتا ہے۔ اس کے خیالات وجذبات ہر تغیر کا اثر قبول کرتے ہیں۔ قرآن مجید ایک دن یا ایک حالت میں نازل نہیں ہوا۔ ۲۲ سال پر پھیلے ہوئے دور میں جستہ جستہ آیات نازل ہوتی رہیں۔ اس درمیان میں رسالتمآبؐ ایسے حالات سے گذرے جو انسانی دماغ کو تہہ وبالا اور زندگی کو یکسر بدل دیتے ہیں اگر قرآن انسانی ذہن کی پیداوار ہوتا تو حالات کے ساتھ ذہن بدلتا، سوچنے کا انداز بدلتا، فکر کے پیمانے بدلتے، قرآن مجید پر بھی یہ تغیرات اثر انداز ہوتے۔ نتیجہ میں آیات میں اختلاف ملتا۔ جتنی مشق بڑھتی جاتی ہے کلام میں پختگی آتی جاتی۔ ابتدائی دور میں فصاحت وبلاغت کا انداز دوسرا ہوتا۔ آخری دور کے کلام کی شکل دوسری ہوتی کس کو یاد رہتا کہ ۲۲ برس پہلے کیا کہا تھا کہ تعارض نہ ہونے پائے، ٹکراؤ پیدا نہ ہو۔ لیکن قرآن مجید کا ابتداء سے انتہا تک طریقہ ایک، تعلیم ایک، حقائق ومعارف میں یک رنگی۔ وحدت کلام سے پتہ چلتا ہے کہ اس واحد ویکتا کا فرستادہ ہے جس تک حادثات کا گذر نہیں، زمانہ کے تغیرات کی اس کے دامن قدس تک رسائی نہیں۔

پیشین گوئیاں

حالات کا اندازہ لگا کر بہت سے لوگ پیش قیاسیاں کرتے ہیں۔ کچھ لوگ نجوم کے سہارے مستقبل میں جھانکنے کے دعویدار ہوتے ہیں۔ یہ اٹکل پچو پیشین گوئیاں کبھی صحیح ہو جاتی ہیں اور کبھی غلط۔ بعد میں عذر کر دیا جاتا ہے حالات کے سمجھنے میں دھوکہ ہوا یا ایسے اسباب پیدا ہو گئے جن کو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ نجومی بھی کہہ سکتے ہیں اس علم کا دارومدار حساب پر ہے، حساب لگانے میں غلطی ہو گئی کہ لیکن نبوت کے مدعی اور ماوراء طبیعت سے ارتباط کے اعلان کے بعد کسی عذر ومعذرت کی گنجائش نہیں۔ قرآن مجید میں پیشین گوئیاں ہیں اور ایسی جن کے متعلق یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ حالات کا اندازہ لگا کر کی گئی ہیں کیونکہ جن حالات میں یہ پیشین گوئیاں کی گئی تھیں وہ بالکل ناموافق تھے۔ اسوقت جبکہ دعویدار نبوت کی ہر کونے سے مخالفت ہو رہی تھی اپنے اور غیر سب دشمن تھے۔ پوری سعی ہدایت کا نتیجہ ایک

کمسن بچے، چند غلام اور کچھ نوجوانوں کی صورت میں ظاہر ہوا تھا، اسی زمانہ میں یہ بھی پیشین گوئی ہو رہی ہے۔ لَیُهْزَمَ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بہت دن کی بات نہیں عنقریب شکست کھا جائیں گے۔ یہ جم غفیر، یہودی، نصرانی دہریئے، مشرک جو سب آپ کی مخالفت میں یک دل و یک زبان ہیں۔ عنقریب شکست کھا جائیں اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ اور پھر تاریخ کے چند ہی ورق پلٹے گئے تھے کہ وہی منظر پیش نظر ہوا جس کی قرآن نے خبر دی تھی۔ یہ معلوم ہوتا ہے مستقبل کے آئینہ میں نظر کرنے والا دیکھتا جاتا ہے اور خبر دیتا جاتا ہے۔

قرآن مجید خبر دیتا ہے ''اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَرَ'' اے نبی ہم نے آپ کو کثرت نسل عطا کی۔ کن حالات میں جبکہ رسالتمآبؐ متعدد عقد فرماتے ہیں لیکن یا تو اولاد ہی نہیں ہوتی اور یا آپ کے سامنے ہی انتقال کر جاتی ہے۔ ایک بچی ہے، وہ بھی کمزور و ناتواں۔ حالات ایسے ہیں کہ دشمنان اسلام خوش ہیں رسول کا نام مٹ جائے گا، آپ کی نسل باقی نہ رہے گی۔ حالات کو دیکھتے ہوئے دشمن اتنے مطمئن تھے کہ کھلم کھلا طعنہ دینے لگے اور دل کی بات زبان پر آ گئی کہ محمدؐ ابتر ہیں، مقطوع النسل ہیں۔ کفار حالات کو دیکھ کر پیشین گوئی کر رہے تھے اور ''عالم الغیب'' غیب کی خبر دیتے ہوئے کثرت نسل کا مژدہ سنا رہا تھا۔ ایک ساتھ دو خبریں جس نے طعنہ دیا ہے اس کی آج کثیر اولادیں ہیں مگر اس کی نسل قطع ہو جائے گی اور رسول کی نسل پھولے پھلے گی۔ دونوں پیشین گوئیاں آج روز روشن کی طرح سامنے ہیں۔ نسل رسولؐ کو صدیوں شاہان وقت نے مٹانے کی کوشش کی اور جتنا چمن رسالت کو چھانٹنے کی کوشش کی گئی اتنا ہی یہ پھپھلتا گیا۔ اور حکم بن عاص جس نے طعنہ دیا تھا اس کی نسل ختم ہو گئی۔

رسالتمآبؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے منبر پر بندر اترتے چڑھتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ قرآن اس خواب کا تذکرہ کرتے ہوئے اشارہ کرتا ہے ''وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرَیْنَاکَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْآنَ'' اے رسول ہم نے جو آپ کو خواب دکھلایا ہے وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں (کہ بنی امیہ کا دور حکومت ایمان والوں کا) امتحان ہے اور یہ ایک قابل لعنت شجرہ (خاندان) ہے۔ کوئی تصور کر سکتا تھا کہ وہ بنی امیہ جنہوں نے اسلام کی مخالفت میں پورا زور لگا دیا لیکن آخر میں شکست خوردہ اور دل شکستہ ہو کر مجبوراً اسلام لائے تھے۔ مولفۃ القلوب میں شمار ہوتے تھے، زور بالکل ٹوٹ چکا تھا، ایک دن پھر قوت حاصل کریں گے، خلیفۂ رسول بن کر لوگوں کی گردنوں پر مسلط ہوں گے، لوگ امیر المومنین کہہ کر سلام کریں گے۔ سچے مومنوں کے لئے انکا دور ابتلاء عظیم قرار پائے گا لیکن قرآن نے جو پیشین گوئی کی تھی وہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی۔

رسالتمآبؐ نے اسلام کی دعوت میں مختلف سرداران قبیلہ اور شاہان روم و ایران کو خطوط روانہ کئے۔ شاہ ایران نے رسول کے نامہ کی توہین کی اور نامہ بر کو ذلت و رسوائی سے دربار سے نکال دیا۔ شاہ روم بالا علان اسلام تو نہیں لایا لیکن خط کی بھی تعظیم کی اور نامہ بر سے بھی احترام سے پیش آیا۔ کچھ دن کے بعد اس زمانہ میں دنیا کی ان عظیم ترین طاقتوں میں جنگ چھڑ گئی۔ مسلمانوں کی ہمدردیاں

شاہ روم کے برتاؤ اور اہل کتاب ہونے کی بنا پر روم والوں کے ساتھ تھیں۔ اور کفار شاہ ایران کے نامہ رسول سے برتاؤ اور مشرک ہونے کی بناء پر ایران کے طرفدار تھے۔ جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ روم کو زبردست شکست ہوئی اور ایرانیوں کو عظیم کامیابی حاصل ہوئی۔ سلطنت روما کے بہت سے حصے ایرانیوں کے قبضہ میں آ گئے۔ روم کی طاقت ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئی۔ کافروں نے اس فتح کی خوشیاں منائیں اور مسلمان دل شکستہ ہو گئے۔ حالات ایسے تھے کہ سلطنت روما کے برسوں سنبھلنے کا امکان نہ تھا۔ ''ہرقل'' قیصر روم اتنا دل شکستہ تھا کہ سیکڑوں کنیزیں اور کثیر مقدار میں زر و جواہر تاوان جنگ میں دے کر صلح کرنا چاہتا تھا۔ شاہ ایران اپنی فتح پر اتنا اترایا ہوا تھا کہ پیغام صلح کے جواب میں کہلوا دیا کہ ہرقل کو اپنے دربار میں پا بجولاں دیکھنا چاہتا ہوں۔ ان حالات میں قرآن مجید پیشین گوئی کر رہا ہے ''غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِی اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ'' عرب سے قریب سرزمین (شام میں) روم والے مغلوب ہو گئے ہیں مگر یہ اپنی شکست کے تھوڑے ہی دن بعد عنقریب غالب ہوں گے۔ یہ پیشین گوئی حالات کے بالکل برخلاف تھی۔ شاہ روم و شاہ ایران کے اندازے بھی اس سے مختلف تھے۔ قرآن نے مدت مقرر کر کے پیشین گوئی کی ویسا ہی ہوا کیونکہ بضع کی لفظ جمع قلت کے لئے ہے جو تین سے لیکر ۹ تک کے عدد کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ وعدہ حتمی ہے اس لئے کہ چوتھی آیت میں ارشاد ہے ''وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ''

اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ ایسے وعدے کی مخالفت نہیں کرتا ہے اور جیسی قرآن نے پیشین گوئی کی ویسا ہی ہوا۔ کیونکہ صرف ۷ سال بعد دوبارہ روم کو فتح حاصل ہوئی۔ تمام مفتوحہ علاقہ ایران سے واپس لے لئے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ روما کی سلطنت میں اس فتح سے پہلے بھی بہت ہی بدانتظامی اور خلفشار تھا اور اس فتح کے بعد بھی پھر وہی کیفیت ہو گئی۔ صرف یہی تھوڑی سی مدت جس میں گویا سلطنت روم نے سنبھالا لیا تھا۔

یہ تو وہ پیشین گوئیاں تھیں جو پوری ہو چکیں۔ زمین کے انجام کے متعلق جو پیشین گوئی ہے اس کے آثار بھی بالکل ظاہر ہونے لگے ہیں۔ کبھی قیامت کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی گئی ہے ''اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا'' جب زمین ہلا کر رکھ دی جائے گی، پہاڑ پوری طرح اکھاڑ دیئے جائیں گے۔ تو وہ پھیلا ہوا غبار ہو جائیں گے۔ کبھی ارشاد ہوا ''يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ'' جس دن گرجدار آواز دہلا دے گی۔ اس کے بعد ہی اور آواز پیدا ہوگی۔ ''فَاِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ'' جب کان کے پردے پھاڑ دینے والی تیز آواز آئے گی۔ آیات کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ زبردست دھماکے کی آوازیں ہوں گی۔ اس کے بعد پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور پوری زمین اتھل پتھل ہو جائے گی، ہر طرف دھواں چھا جائے گا اور آبادیوں کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ کیا قرآن مجید نے جس منظر کی تصویر کشی کی ہے وہ بالکل سامنے نظر نہیں آ رہا ہے۔ وہ بات جو انسانوں کو آج دکھائی دے رہی ہے اس کی پیشین گوئی چودہ سو برس پہلے کیا اعجاز نہیں ہے۔

(جاری)